# جھوٹا


عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ
ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ فون 2329

شنکر داس آج بہت خوش تھا' اس کی خوشیوں کا سمندر بیکراں تھا۔ آج اسے محکمہ نہر کی جانب سے ملازمت کا لیٹر ملا تھا۔ بحیثیت سینئر کلرک لاہور میں اس کی تعیناتی ہو چکی تھی۔ اب اسے فوری طور پر اپنا آبائی شہر لدھیانہ چھوڑ کر لاہور جانا تھا۔ وہ مسرت بھری سیٹیاں بجاتا ہوا اپنے ساتھ لے جانے والا ضروری سامان اکٹھا کر رہا تھا۔ اگلے دن بذریعہ ٹرین اس کی لاہور روانگی تھی۔ وہ ماں باپ کا سب سے بڑا بچہ تھا اور ان کی آنکھوں کا تارا تھا۔ ماں نے بھیگی آنکھوں کے ساتھ اپنی دعاؤں کی چھاؤں میں اسے روانہ کیا۔ وہ لاہور پہنچا تو سیدھا اپنے دفتر گیا اور اپنی آمد کی رپورٹ کی۔ آفس سپرنٹنڈنٹ نے اسے اسی دن سے کام شروع کرنے کا حکم دیا اور اس نے کرسی پر بیٹھ کر اپنے دفتری کام کا افتتاح کر دیا۔ لاہور میں شنکر داس کا کوئی بھی جاننے والا نہ تھا۔ اس لیے اسے پہلے چند دن ہوٹل میں گزارنے پڑے۔ پھر اسے محکمہ کی طرف سے کوارٹر دے دیا گیا۔ اس کے کوارٹر کی اگلی لائن میں اس کا سپرنٹنڈنٹ بھی رہتا تھا' جو دفتر میں سپرنٹنڈنٹ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک زبردست قادیانی مبلغ بھی تھا۔

ایک دن قادیانی سپرنٹنڈنٹ نے اپنی بیوی کو کہا کہ ہمارے دفتر میں ایک ہندو لڑکا بھرتی ہوا ہے' جو مبالغے کی حد تک خوبصورت اور انتہائی وجیہہ ہے۔ لاہور شہر میں نیا نیا آیا ہے' یہاں اس کی کسی سے جان پہچان نہیں۔ کسی اچھے گھر کا فرد معلوم ہوتا ہے کیوں نہ اس پر محنت کر کے اسے قادیانی بنا لیا جائے۔ پہلے اسے اپنے اخلاق کے آئینے میں اتار کر اپنا گرویدہ کیا جائے پھر اس کے ذہن کو قادیانیت کی غذا دی جائے اور آہستہ آہستہ اس کے دماغ پر قادیانیت کی حکمرانی قائم کر دی جائے۔ سپرنٹنڈنٹ کی بیوی کو اپنے خاوند کی تجویز تو بہت پسند آئی لیکن اس نے اس میں تھوڑی سی ترمیم کرتے ہوئے کہا کہ تمہیں پتہ ہے' اپنی رضیہ جوان ہو چکی ہے اور مجھے اس کے رشتے کی سخت فکر ہے' کیوں نہ اسے دام محبت میں پھنسا کر سول میرج کر لی جائے۔ کچھ دیر بعد اولاد کے جنجال میں پھنس کر خود ہی قادیانی ہو جائے گا۔ سپرنٹنڈنٹ جو اپنی بیوی سے زیادہ کٹر قادیانی تھا اس نے غصہ میں اپنی بیوی کی بات کو

رد کرتے ہوئے کہا کہ ہم اپنی بیٹی کی شادی کسی ہندو سے نہیں کر سکتے' تم بے فکر رہو' میں اسے بہت جلد قادیانی بنا لوں گا اور ایک تیر سے دو شکار ہو جائیں گے۔

اگلی صبح سپرنٹنڈنٹ نے ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت شنکر داس کو اپنے پاس بلایا اور کہا:

"بیٹا! تم اپنا وطن چھوڑ کر پردیس میں آئے ہو۔ تمہیں ماں باپ اور بہن بھائیوں کی یاد ستاتی ہوگی لیکن تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں' ہم تمہارے ماں باپ ہیں' ہمارے بچے تمہارے بہن بھائی ہیں' جب بھی تمہارا دل اداس ہو' بے دھڑک ہمارے ہاں چلے آؤ' ہمارا گھر تمہارا گھر ہے اور تم ہمارے فیملی ممبر ہو اور ہاں ـــــ آج شام کا کھانا تمہیں ہمارے ساتھ کھانا ہوگا۔ ضرور آنا میں انتظار کروں گا"۔

شنکر داس مسکرایا اور اس نے دعوت قبول کر لی۔ شام کو وہ سپرنٹنڈنٹ کے گھر پہنچ چکا تھا۔ سپرنٹنڈنٹ نے ایک پر تکلف دعوت کا اہتمام کیا تھا۔ کھانے کے بعد سپرنٹنڈنٹ نے شنکر داس سے اپنی بیوی اور بچوں کا تعارف کرایا اور پہلی ہی ملاقات میں آپس میں بہت بے تکلفی ہوگئی۔ دعوت سے فارغ ہونے کے بعد شنکر داس جب گھر پہنچا تو وہ سپرنٹنڈنٹ اور اس کے اہل خانہ سے بہت متاثر تھا۔ اسے پردیس میں اپنے گھر کی محبت ملی تھی۔ اسے غریب الوطنی میں ماں باپ کا پیار ملا تھا اور اسے اپنے گھر سی مہک محسوس ہوئی تھی۔

سپرنٹنڈنٹ دعوت کی سیڑھی کے ذریعے شنکر داس کے دل میں اتر چکا تھا اور اس کے دل میں اپنے اعتماد کا ٹھپہ لگا چکا تھا۔ پھر سپرنٹنڈنٹ گاہے گاہے اسے چائے اور کھانے پر بلاتا رہا۔ ایک دن سپرنٹنڈنٹ نے اپنی بیوی سے کہا' "اب شنکر داس کافی حد تک ہمارے اخلاق کے آئینے میں اتر چکا ہے اور وہ ہمیں اپنا محسن اور غم خوار سمجھتا ہے' لہٰذا اب کیوں نہ اس پر قادیانی تبلیغ کا عمل شروع کیا جائے؟"

"ہاں ہاں' کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر ہمیں اسے قادیانی بنانے کا کام شروع کر دینا چاہیے"۔ سپرنٹنڈنٹ کی بیوی نے متفکرانہ انداز میں کہا۔ دو دن بعد سپرنٹنڈنٹ نے شنکر داس کو اپنے ہاں چائے پر مدعو کیا۔ چائے کے دور کے بعد گفتگو کا دور شروع

ہوا۔ شکار پر گھات لگائے حملہ کرنے والے مگرمچھ کی طرح بیٹھے ہوئے سپرنٹنڈنٹ نے اس سے کہا:

"بیٹا! یہ بھولی بھالی دنیا بڑی دیر سے مسیح موعود اور امام مہدی کا انتظار کر رہی ہے۔ دنیا والوں کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ امام مہدی اور مسیح موعود دو شخصیات نہیں بلکہ ایک ہی شخصیت ہے اور اس محترم شخصیت کا نام مرزا غلام احمد قادیانی ہے' جو قادیان میں تشریف لائے اور اپنا فریضہ ادا کر کے قادیان ہی میں انتقال کر گئے اور ان کی قبر بھی قادیان میں ہے"۔

پھر سپرنٹنڈنٹ نے مرزا قادیانی کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے کہا:

"مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اللہ کے نہایت برگزیدہ نبی تھے۔ اس دنیا میں ان کے ہاتھوں لاکھوں معجزات رونما ہوئے۔ لاکھوں بھٹکے ہوئے انسانوں کو ان کے ذریعے ہدایت کی روشنی نصیب ہوئی۔ وہ اللہ کے اتنے محبوب نبی تھے کہ اللہ پاک نے ان کی ذات میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کی صفات جمع کر رکھی تھیں۔ انہوں نے وہ وہ معرکے سر کیے جو کسی نبی سے نہ ہو سکے۔ بیٹا شنکر داس! ہمیں بھی سچائی اور حقانیت سے محبت کرنی چاہیے اور کائنات کے اس عظیم سچے اور حق پرست انسان سے محبت کرنی چاہیے اور اس سے ایک طاقتور تعلق پیدا کر لینا چاہیے"۔

شنکر داس مسکرا مسکرا کر سپرنٹنڈنٹ کی باتیں سنتا رہا۔ جس سے سپرنٹنڈنٹ یہ تاثر لیتا رہا کہ اس کی باتیں شنکر داس کے دل میں اتر رہی ہیں اور اس کے چہرے کی مسکراہٹ اس بات کی تصدیق کر رہی ہے۔ سپرنٹنڈنٹ خوشی سے پھول کر کپا ہو رہا تھا۔ وہ بہت خوش تھا کہ اس کی گفتگو کے ابتدائی تیر عین اپنے ہدف پر لگے ہیں۔ شنکر داس کے جانے کے بعد اس نے اپنی بیوی کو خوشخبری دی کہ شنکر داس نے بہت خوشی خوشی میری باتیں سنی ہیں اور میری باتیں اس کے چہرے پر مسکراہٹ کے پھول کھلاتی رہی ہیں' بس عنقریب شکار اپنے قفس میں مقید ہو گا۔

شنکر داس جب گھر پہنچا تو سارے دن کی تھکاوٹ کی وجہ سے وہ جاتے ہی چارپائی پر لیٹ گیا اور سوچ کی لمبی وادیوں میں سیاحت کے لیے نکل گیا۔ اس کے

کانوں کے پردوں پر سپرنٹنڈنٹ کے جملے زور زور سے ٹکرا رہے تھے۔ لدھیانہ کا باسی ہونے کی وجہ سے وہ مرزا قادیانی کو جانتا تھا کہ وہ نبوت کا جھوٹا مدعی تھا۔ کیونکہ لدھیانہ کے مسلمان علماء نے سب سے پہلے مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ جاری کیا تھا۔ اس نے اپنے باپ دادا کی زبانوں سے وہ عظیم داستانیں بھی سنی تھیں جو علمائے لدھیانہ نے جھوٹی نبوت کی سرکوبی میں رقم کی تھیں۔ اس لیے اس کے دل میں بھی اس جھوٹے نبی کے خلاف ایک نفرت تھی۔

چار پانچ روز بعد سپرنٹنڈنٹ نے پھر شنکر داس کو چائے پر بلایا' بسکٹ اور کیک پیسٹری سے تواضع کی۔ چائے کے بعد اس شکاری نے اپنی گفتگو کے پھندے اپنے شکار کے گلے میں ڈالنے شروع کر دیے۔ مرزا قادیانی کے معجزات کی کہانیاں سنائیں۔ اس کے اخلاق و کردار کے قصے سنائے۔ اس کی شرافت و صداقت کا تذکرہ کیا۔ اس کے زہد و تقویٰ کی مثالیں دیں۔ اس کی پیشین گوئیاں بیان کیں۔ سپرنٹنڈنٹ بے تکان بول رہا تھا اور شنکرداس اس کے ہر جملے کے جواب میں ہلکی ہلکی مسکراہٹ دے رہا تھا۔ اس کی مسکراہٹ سپرنٹنڈنٹ کو حوصلہ اور اطمینان عطا کر رہی تھی اور وہ خوشی سے متاثر ہو رہا تھا کہ شکار جال میں آ چکا ہے۔ گھر پہنچ کر سپرنٹنڈنٹ نے اپنی بیوی کو ساری روداد سنائی اور بتایا کہ شنکر داس میری ہر بات کے آخر میں مسکراتا ہے اور اس کی مسکراہٹ اس کی اندرونی کیفیت کی نمائندہ ہوتی ہے اور میں اپنے تجربے کی بنیاد پر کہہ سکتا ہوں کہ لڑکا' پچھتر فیصد قادیانی ہو چکا ہے' بس تھوڑے دنوں کی بات ہے کہ وہ قادیانی بھی ہو جائے گا اور رضیہ کا رشتہ بھی ہو جائے گا۔

ایک ماہر شاطر کی طرح تقریباً ایک ہفتہ کے بعد سپرنٹنڈنٹ نے شنکر داس کو پھر چائے پر بلایا۔ گرم گرم چائے کی چسکیوں کے دوران قادیانیت کی چسکیاں بھی چلتی رہیں۔ وہ بسکٹوں کے ساتھ ساتھ اسے قادیانی تعلیمات کے بسکٹ بھی کھلاتا رہا۔ شنکر داس جی جی کر کے سنتا رہا اور مسکراہٹیں بکھیرتا رہا' جس سے سپرنٹنڈنٹ کے دل میں خوشی سے شہنائیں بجتی رہیں۔ رات زیادہ ہونے پر اس نے شنکر داس کو بڑے تپاک سے رخصت کیا اور جاتے ہوئے اسے ایک لفافہ میں قادیانی تعلیمات پر مبنی پمفلٹ اور چند کتابیں دیں اور کہا کہ بیٹا انہیں خوب غور سے پڑھنا۔ اب ہفتہ بھر کے بعد تم

سے دوبارہ ملاقات ہوگی اور آئندہ کی نشست میں جی بھر کر باتیں ہوں گی۔ اس لٹریچر کو پڑھ کر اگر تمہارے دل میں شکوک و شبہات پیدا ہوں تو انہیں کسی کاغذ پر نوٹ کر لینا تاکہ ان نکات پر تفصیلی گفتگو ہو سکے۔

شنکر داس کے چلے جانے کے بعد سپرنٹنڈنٹ نے اپنی بیوی کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا اور کہا:

"ہاشمی گزر گیا ہے' اب صرف دم باقی ہے اور تم دیکھنا کہ میں کس ماہرانہ انداز سے یہ دم بھی گزار دوں گا۔ میں نے ہر طرف سے اس کا محاصرہ کر لیا ہے اور دلائل کے تیروں کی یلغار سے اس کی سوچوں کو محبوس کر لیا ہے۔ اس کا دل میری ایک مٹھی میں اور دماغ میری دوسری مٹھی میں ہے۔ اس کے سر پر میرے احسانات کی بھاری گٹھڑی اور پاؤں میں میری افسری کی بھاری زنجیریں ہیں' اس لیے اب میں چاہتا ہوں کہ اسے مرزا قادیانی کا کلمہ پڑھا کر قادیانی بنا لیا جائے اور جو کیس آج سے دو ماہ قبل ہم نے شروع کیا تھا اپنی مراد کو پہنچے اور تیری مراد بھی پوری ہو"۔

بیوی نے خاوند کی باتوں سے اتفاق کیا اور کہا کہ آئندہ ملاقات آخری ہو اور اس ملاقات میں شنکر داس ہندو صف سے نکل کر قادیانی صف میں کھڑا ہو۔

آخر وہ دن آ گیا اور شنکر داس چائے پینے کے لیے سپرنٹنڈنٹ کے گھر میں موجود تھا۔ چائے کی محفل کے بعد گفتگو کی محفل جمی۔ سپرنٹنڈنٹ نے شنکر داس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"بیٹا! دنیا کی زندگی چند روزہ ہے اور آخرت کی زندگی دائمی۔ ہمیں اپنی حیات مستعار کے چند دن گزار کر اللہ کے دربار میں حاضر ہونا ہے اور اپنے عمل کا جواب دینا ہے۔ ایمان کے بغیر اعمال کا کوئی وجود نہیں۔ عقیدہ صحیح نہیں تو بڑے سے بڑا عمل بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ بیٹا! اگر ایمان ہوگا تو بہشت کی بہاریں چشم براہ ہوں گی اور اگر ایمان نہیں ہوگا تو جہنم کی شعلہ زن آگ اسے ہڑپ کرنے کے لیے بیتاب ہوگی۔ بیٹا! تمہاری آخرت سنوارنے کے لیے میں آج تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم اللہ کے نبی اور رسول مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان لے آؤ اور ان کی نبوت کا اقرار کر لو'

کیونکہ مرزا صاحب پر ایمان لانا سب نبیوں پر ایمان لانے کے مترادف ہے۔ مرزا صاحب کی تعلیمات پر ایمان لانا قرآن و حدیث کی تعلیمات پر ایمان لانا ہے اور مرزا صاحب کی تعلیمات کا اقرار کرنا اسلام کا اقرار کرنا ہے۔ میرے پیارے بیٹے! زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں' معلوم نہیں یہ سانسوں کی ڈور کب ٹوٹ جائے' اس لیے فوری طور پر مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان لے آؤ اور ان کے نبی ہونے کا اقرار کر لو"۔

سپرنٹنڈنٹ کے اس فیصلہ کن سوال پر شنکر داس حسب معمول پھر مسکرایا اور بالکل خاموش رہا۔

"میرے بیٹے! بولتے کیوں نہیں؟" سپرنٹنڈنٹ نے پوچھا۔ شنکر داس پھر خاموش رہا۔

"بیٹے! کیا میری باتوں کی تمہیں سمجھ نہیں آئی؟" سپرنٹنڈنٹ نے پوچھا۔

"بالکل اور ہر طرح سے سمجھ آئی"۔ شنکر داس نے جواب دیا۔

"تو پھر مرزا صاحب پر ایمان لے آؤ"۔

"مرزا صاحب پر ایمان تو نہیں لا سکتا اور کبھی بھی نہیں لا سکتا"۔

"میں دو مہینے تم سے گفتگو کرتا رہا۔ کیا میری باتوں کو تمہارے ذہن نے قبول نہیں کیا"۔

"بالکل نہیں"۔

تو پھر میری گفتگو کے دوران تم مسلسل کیوں ہنستے رہتے تھے؟" سپرنٹنڈنٹ نے غصہ سے پوچھا۔

"ہنسی تو مجھے اس بات پر آتی تھی کہ ہم نے آج تک سچے نبی کو نہیں مانا اور تم جھوٹے کو منوا رہے ہو"۔ شنکر داس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔